

اجتہاد و تقلید

نیز

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ و معینہ کی تقلید

تخسیر

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم

اشادہ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناشر

تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیرٹیبل ٹرسٹ

آزادنگر، غفر بیٹ، حیدرآباد

بموقع اجلاس عام مجلس علیمہ آغا سید دینش، منعقدہ ۱۰/۹/۱۴۰۹ھ

اجتہاد و تقلید

۱۰۰

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ و معینہ کی تقلید

تحریر: حضرت مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی

مد مظللہ العالی

بشکریہ و بعنایت: مولانا حبیب اللہ اختر، بھائی طاہر صدیقی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجتہاد و تقلید

فیروز

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ و معینہ کی

تقلید

نمبر ۱

محمد عبید اللہ الاسعدی

استاد جامعہ عربیہ، ہتورا، باندہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفصیلات

نام کتاب:	اجتہاد و تقلید نیز ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ و معینہ کی تقلید
مصنف:	مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
کپیوزنگ:	استاد جامعہ عربیہ ہندوستان، باندہ البلاغ گرافکس این ٹی آرنگر حیدرآباد
طباعت:	9441025508 عائشہ الفیصلیہ پرنٹنگ پریس

روبرود قازا شیش، سیر، متصل مسجد رضیہ، ہدیک پبلک پیس، حیدرآباد-۳۶
فون : 9391110835, 9346338145, 65871440

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

ہم نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سیکھا وہ سنجیدہ اور مثبت کام ہے اور ضرورت کے مطابق دفاع و وضاحت کا، انتشار و خلفشار کا نہیں خواہ کسی عنوان سے ہو کیونکہ یہ عامۃ المسلمین اور اسلام و مسلمانوں، عوام و خواص سب کے لئے مضر ہے۔

زیر نظر تحریر کے موضوعات و مسائل نجی مجلسوں اور درس میں آتے رہتے ہیں مگر نہایت مجبور ہو کر یہ سوچنا پڑا کہ عام پڑھے لکھے اور سادہ لوح مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں مثبت انداز میں ضروری وضاحت پہنچانا وقت کا اہم تقاضا ہے، اس لئے اس قبیل کی چند مختصر تحریریں تیار کر کے منظر عام پر لائی جا رہی ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	سلسلہ نشان
	تقلید اور اجتہاد کی تعریف	۱۔
	تقلید ائمہ و مذاہب اور علماء اُمت	۲۔
	علماء ہند	۳۔
	شاہ ولی اللہ دہلوی	۴۔
	سید احمد شہید	۵۔
	مولانا رشید احمد گنگوہی	۶۔
	مولانا اشرف علی تھانوی	۷۔
	میاں نذیر حسین صاحب	۸۔
	مولانا ثناء اللہ امرتسری	۹۔
	مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی	۱۰۔
	علماء عرب	۱۱۔
	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	۱۲۔
	شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے اخلاف	۱۳۔
	سعودی عربیہ کا مرکزی دارالافتاء	۱۴۔
	رابطہ العالم الاسلام کی فقہ اکیڈمی	۱۵۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجتہاد و تقلید

نیز ائمہ اربعہ و مذاہب اربعہ اور مذہب معین کی تقلید
(ممتاز علمائے ہند و علماء عرب کی نگاہوں میں)

اُمت کے معتمد علماء محققین نے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور ہر زمانے میں لکھا ہے، انھوں نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اپنے علم و صلاحیت کے اعتبار سے مختلف طبقات ہوتے ہیں، اس لئے دنیا کا باب ہو یا دین کا ہر باب میں ایک طبقہ اہل اجتہاد کا ہوتا ہے جو محدود ہوتا ہے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں، اور جیسے دین کی نسبت سے مختلف موضوعات و معاملات میں کچھ لوگوں کو اہل اجتہاد مان کر، ان کی تحقیق و غیرہ کو قبول کیا گیا اور ان کے فیصلوں کو ماننا و تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح فقہی مسائل میں بھی ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

مثلاً امام بخاری وغیرہ نے احادیث کی نسبت سے جو بے مثال اور گرانقدر کام کیا ہے اس پر اعتقاد و تقلید کے سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے۔ اسی طرح مسلمان قضا و حکام کتاب سنت کی روشنی میں مقدمات و فریقین و نزاعات کے باب میں جو فیصلے کرتے ہیں ان میں اختلاف کے باوجود ان کو ماننا و تسلیم کرنا اور ان کے مطابق عمل عوام و خواص سب کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح روایت ہلال کا فیصلہ کسی بھی ملک کے ذمہ داران جب کرتے ہیں تو اس کا ماننا سب کو لازم ہے، اس میں اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ قاضی و حاکم کا یہ مذہب و

نظر یہ ہے اور ہمارا یہ تو ہم کو یہ قبول نہیں، اس قسم کے مسائل اجماعی حیثیت رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی فیصلے و رائے کو من و عن ماننا ہی تقلید کہلاتا ہے۔

علماء اُمت نے فہمیات کے مد نظر تقلید کی جو تفصیل و تعریف کی ہے اس کے مطابق اجتہاد و تقلید کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کے بے شمار مسائل ایسے ہیں کہ جن کا کوئی حکم کتاب و سنت کی نصوص و عبارتوں کے اندر صاف، صریح لفظوں میں دو ٹوک اور قطعی انداز میں مذکور نہیں۔

ایسے مسائل میں شریعت کے مقرر کردہ حدود کے مطابق غور و فکر کے ذریعہ احکام کی تلاش ”اجتہاد“ کہلاتی ہے اور جو لوگ اس کے اہل و مستحق ہیں ان کے فیصلے کو من و عن مان لینا، یا آنکھ بند کر کے بغیر دلیل کی طلب و تحقیق کے قبول کر لینا، تقلید ہے۔

جبکہ اس عمل کو ماننے کی بنیاد یہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے معتمد و امین علماء اُمت ہیں، جو بھی رائے انھوں نے قائم کی ہے وہ کتاب و سنت کی روشنی میں پوری دیانت و امانت کے ساتھ قائم کی ہے۔ اس میں انھوں نے نفسانیت و خیانت سے کام نہیں لیا ہے، اسی ماننے و عمل و اعتماد کو تقلید شرعی و فقہی کہتے ہیں۔

ایسی تقلید کا باپ دادا کی اس تقلید سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کو قرآن کریم میں جگہ جگہ حرام کہا گیا ہے امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتابوں میں بار بار اور بوضاحت اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اب اسی تقلید کی بابت گزشتہ چند صدیوں کے معتمد و معروف بلکہ مسلم و مقبول بعض علماء ہند اور علماء عرب کے اقوال ملاحظہ ہوں اور یہ علماء وہ ہیں جو موجودہ عہد میں اہل حق کے نزدیک فی الجملہ مقتد اور ہمنام مانے جاتے ہیں۔

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی

اس بابت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہما الرحمہ کے یہاں کافی تفصیل ملتی ہے ان کے متعدد فتاویٰ اور رسائل ہیں، بالخصوص شاہ صاحب کی تحریرات معروف ہیں ”حجة اللہ البالغہ“ وغیرہ میں تو ضمنیہ کلام آیا ہے مگر ”عقد العجید فی

احکام الاجتہاد و التقليد“ اور الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، مستقل رسائل ہیں اور بالخصوص رسالہ الانصاف بہت اہم اور واضح ہے۔

بہر حال امام الہند نے اپنے ان رسائل میں جہاں وضاحت کے ساتھ یہ گفتگو فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کا وجود شیوع کہاں سے ہوا وہیں یہ بات بھی بصراحت و قوت تحریر فرمائی ہے کہ اُمت میں مذاہب اربعہ کی مقبولیت اور شیوع کا راز اور اس کی مصلحت کیا ہے؟ مثلاً ایک موقع پر فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الاربعة المحزرة قد اجتمعت الامة او من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا ، وفي ذلك من المصالح مالا يخفى ، لاسيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جد و اشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي رأى برأيه ۔

یہ چاروں مذاہب جو آج پوری تحقیق کے ساتھ مدون و محفوظ ہیں، پوری اُمت یا اُمت کا قابل لحاظ و اعتبار طبقہ آج تک ان کی تقلید کے جواز پر متفق ہے، اور اس میں بہت سے مصالح ہیں جو مخفی نہیں ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں جب کہ ہمتیں بہت پست ہو چکی ہیں اور خواہشات دلوں میں گھر کر چکی ہیں اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر ناز کرتا ہے اور اتراتا ہے۔

”عقد العجید“ میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ”باب تاکید الأخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد في تركها والخروج عنها“ اور اس کے بعد فرماتے ہیں:

اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة وذلك بوجوه: الوجه الاول هو اجتماع الامة على الاعتماد على السلف في معرفة الشرعية والعقل يدل على حسن ذلك لأن الشريعة لا تعرف الا بالنقل والاستبطان .

الوجه الثاني انه لما لم تبق الا هذه المذاهب كان اتباعها اتباعاً
للسواد الأعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الأعظم وقد أمر النبي
عليه الصلوة والسلام بالاكيد باتباع السواد الأعظم

الوجه الثالث هو عدم جواز الاعتماد على قول احد ، لطول الزمان
وبعد العهد و تضع الامانات حتى ينسب الي بعض من اشتهر من السلف
بالصدق والديانة والامانة ، اما صريحاً ينسب او دلالة ، وكذا عدم جواز
الاعتماد على قول من لا ندري حصل جمع شروط الاجتهاد اولاً :-

شواہد میں ترمذی کی حدیث ”علیکم بالجماعة“ بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کو امام
ترمذی نے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب الفتن باب لزوم الجماعة)

جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذاہب کی پابندی میں بڑی مصلحت اور ان سے کلی طور پر
اعراض میں بڑا مفیدہ ہے اور اس کے متعدد وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے علم و معلومات کی بابت، سلف پر اعتماد کرنے پر اُمت کا
اتفاق اور اجماع ہے اور عقل بھی اس کی بہتری کو بتاتی ہے کیونکہ شریعت کا علم صرف نقل و
استنباط کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے (اس کے بعد کچھ تفصیل کر کے فرماتے ہیں یہ خصوصیت صرف
ان مذاہب اربعہ کو ہی حاصل ہے)

دوسری وجہ یہ کہ زمانہ مابعد میں صرف یہ چاروں مذاہب ہی (تحقیق و اعتماد کی رو سے)
باقی رہ گئے ہیں تو ان کی اتباع سواد اعظم کی اتباع اور ان سے خروج و اختلاف سواد اعظم سے
علیحدگی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد اعظم کی اتباع کا حکم تاکید کے ساتھ دیا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ عہد نبوی چونکہ ہم سے کافی دور ہو چکا ہے، اور اب دیانت و امانت کا

عقد الجدید ص ۲۰ تا ۲۲ نیز الانصاف ص ۹۷ تا ۱۰۲ مذکورہ عبارت میں سواد اعظم کی اتباع کا حدیث میں وارد ہونا ذکر کیا گیا
ہے، اس بابت وہ احادیث تو دلیل ہیں ہی جن میں اجماع اور اجتماع کا تذکرہ ہے، مذکورہ نقلوں میں بھی حدیث آئی ہے،
مثلاً علیکم بالسواد الأعظم (لا یمن بکتاب الفتن) اور اتبعوا السواد الأعظم (مستدرک حاکم) زرکشی کا قول
ہے۔ یہ حدیث ایسی سندوں سے مروی ہے جس کی بنیاد پر صحت کا حکم لگتا ہے اور کسی ایک سند سے اس کی اصل ضرور ثابت
ہے اور ہم کو اس کے شواہد بھی ملتے ہیں۔ (المستدرک فی تخریج احادیث المنہاج و المختصر ص ۶۰)

فقدان ہے اس لئے کسی کی بات اس وقت مانی جاسکتی ہے جبکہ وہ اس کی نسبت سلف میں سے
کسی ایسے فرد و شخص کی طرف کر کے جو اخلاص اور دیانت و امانت میں معروف و مشہور ہو، خواہ
یہ نسبت صراحۃً ہو یا دلالتاً، اسی طرح یہ کہ ایسے کسی آدمی کے قول پر اعتماد جائز نہیں جس کے
متعلق ہم کو علم نہیں کہ اس کے اندر شرائط اجتہاد موجود بھی ہیں یا نہیں؟
اسی طرح عقد الجدید میں جہاں ایک موقع پر فرمایا:

العامی يحب عليه تقليد العالم اذا كان يعتمد على فتاواه

عامی پر اس عالم کی تقلید واجب ہے جس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہو۔

وہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجتہد کی تقلید کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ سمجھ کر اس کی
تقلید کی جائے کہ اس سے غلطی نہیں ہو سکتی، ظاہر ہے کہ یہ ناجائز ہے اور دوسری جس کو پہلے نمبر
پر ذکر فرمایا ہے اس کی بابت فرماتے ہیں۔

تقليد المجتهد على وجهين احدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة
فان الحاصل لا يستطيع بنفسه التبع والاستنباط فكان وظيفته ان يسأل
فقيهاً ما حکم رسول الله صلى الله عليه وسلم في كذا ؟ فاذا اخبره تبعه ،
سواء كان ماخوذاً ، من صريح النص أو مستنبطاً منه أو مقبلاً على
النصوص فكل ذلك راجع الى الرواية عنه ولو دلالة ، وهذا قد اتفقت
الامة على صحته قرن بعد قرن ، وأما هذا التقليد ان يكون عمله بقول
المجتهد كالمشروط بكونه موافقاً للسنّة :-

پہلی قسم تقلید مجتہد کی یہ ہے کہ یہ تقلید دلالتاً روایت احادیث اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول کی اتباع ہوتی ہے کیونکہ جاہل آدمی از خود نہ حکم کی تلاش کر سکتا ہے اور نہ استنباط
کر سکتا ہے تو اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ سے معلوم کرے کہ فلاں مسئلہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ جب فقیہ اس کو بتائے تو اس کی اتباع کرے خواہ اس کا

بتایا ہوا حکم صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا اس پر قیاس کردہ ہو یہ سب دلائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کے درجے میں ہیں اور امت اس اتباع و تقلید کی صحت پر قریباً بعد قرن، متفق ہے، اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا مجتہد کے قول پر عمل اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ مجتہد کا قول سنت کے موافق ہونا چاہئے۔

امام دہلوی نے نفس تقلید اور مذاہب اربعہ کی تقلید کی حقیقت و اہمیت کو ذکر کرنے کے ساتھ مذہب معین اور کسی ایک امام کی تقلید کی بابت بھی بڑی وقیع بات فرمائی ہے اور اس کے ضمن میں ہندوستان جیسے ملکوں کیلئے حقیقت کی اتباع و تقلید کی بات بھی آگئی ہے۔ فرماتے ہیں:

ان التقليد لامام بعينه قديكون واجبا وقد لا يكون واجبا فاذا كان انسان جاهل في بلاد الهند اوفى بلاد ماوراء الهند وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذه المذاهب ، وجب عليه ان يقلد لمذهب ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج عن مذهبه لانه حينئذ يخلع رتبة الشريعة ويبقى سدى مهملا

کسی امام معین کی تقلید کبھی تو واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی لہذا جب کوئی انسان جاہل ہو جو ہندوستان یا ماوراء النہر ایسے علاقے میں رہتا ہو جہاں کوئی عالم شافعی یا مالکی یا حنبلی موجود نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب پائی جاتی ہو تو اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ وہ ان کے مذہب سے خروج کرے کیونکہ ایسا کرنے میں وہ شریعت کا پٹہ و پچند اپنے گلے سے نکال دے گا اور بالکل آزاد و شتر بے مہار ہو جائے گا۔

ہندوستان اور مشرقی دنیا کے اکثر حصے میں عموماً حنفی علماء ہوتے رہے اور ہیں دوسرے مذاہب کے علماء بہت کم اور خال خال حصوں میں ہیں البتہ کتابیں بالخصوص آج کل ہر جگہ دستیاب ہیں، یا ہو جاتی ہیں لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ ایک مذہب کے ماہر کے لئے بھی دوسرے مذہب کی کتابیں خود کچھ کر کوئی فیصلہ کرنا اور حکم نکالنا بڑی نزاکت رکھتا ہے اور عوام

کے لئے تو یہ اور دشوار کام ہے۔

اس لئے ظاہر یہی ہے کہ امام دہلوی کا یہ مقصود نہیں کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں سے عوام یا عام علماء از خود استفادہ کر کے حکم نکالیں۔ بلکہ یہ کہ دوسرے مذاہب کے علماء اپنی کتابوں سے حکم تلاش کر کے بتائیں، تو ایسا علاقہ جس میں خال خال حنفی ہوں اور دوسرے مذاہب کے ہی علماء عموماً وہاں پائے جاتے ہیں جیسے ہمارے یہاں کیرل وغیرہ میں تو وہاں تو یہ سوچا اور کہا جاسکتا ہے کہ عوام علاقے کے ارباب افتاء پر اعتماد کریں اگرچہ عوام حنفیت سے انتساب رکھتے ہوں اور ارباب افتاء شافعی ہوں۔

شاہ اسماعیل شہید دہلوی

شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کا مقام معروف ہے، اور آج کل برصغیر ہند و پاک کے وہ حضرات جو مذاہب اربعہ کے پابند نہیں ہیں وہ خصوصیت سے اپنے مقتدا کی حیثیت سے ان کے نام کو نمایاں کر رہے ہیں حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور سید احمد شہید علیہما الرحمہ جو شاہ شہید کے بزرگوں میں سے تھے ان سے بھی ان کو الگ اور ممتاز قرار دینے کی سعی کر رہے ہیں، شاہ اسماعیل شہید صاحب کی تالیفات اگرچہ نہ بہت زیادہ ہیں، اور نہ ضخیم ہاں اہم و گرانقدر ضرور ہیں۔ انھوں نے اپنے معروف رسالہ ایضاح الحق الصریح میں اور تقویۃ الایمان کے اس حصے میں جس کی اشاعت و طباعت کم ہوئی۔ اس میں اگرچہ اندھی تقلید وغیرہ کی سخت مذمت کی ہے لیکن ابن حزم وغیرہ کی طرح تقلید کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا ہے۔

بلکہ اصول فقہ سے متعلق جوان کا ایک مختصر سا رسالہ ہے اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

السعي في ادارك الأحكام المتعلقة بأفعالها من ادلتها ، وهو الاجتهاد ، عزيمة و الاعتماد في ذلك على قول الثقات ، وهو التقليد ، رخصة و الاجتهاد مناطه على اطمئنان النفس بما فهمت من الاحكام من ادلتها التفصيلية فمن حصل له هذا الاطمئنان فهو المجتهد و الاجتهاد قد يتجزأ بأن يحصل له الاطمئنان في بعض المواضع دون

البعض فهو مجتهد في الأول مقلد في الثاني .

ثم السعي في تحصيل الاطمئنان ليس بواجب بل يكفي التقليد ايضا عزيمة ، والتقليد ليس بواجب لكن اذا نزل نازلة لأحد ولم يتحصل الاطمئنان سأل أي ثقة وجده وهو ملته يجزيه .

وتقليد المعين ليس بواجب بل يكفي العزيمة على اتباع ثقة من الثقات ، ونغم اذا ظن الوثوق منحصر في شخص واحد فحينئذ يجب التعيين به وتقليد الحي أولى من تقليد الميت الا اذا شك في وثوق الاحياء وتيسر له المراجعة الى اقوال الميت تفصيلاً فقط .

افعال سے متعلق احکام کو دلائل سے سمجھنے کے لئے جدوجہد کرنا جس کو اجتہاد کہتے ہیں۔ عزیمت ہے اور اس بابت کسی ثقہ کے قول پر اعتماد کرنا، جس کو تقلید کہتے ہیں رخصت ہے اور اجتہاد کا مدار نفس کے اس اطمینان پر ہے جو نفس کو احکام شرعیہ کے ان کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے پر حاصل ہوتا ہے، یہ اطمینان جس کو حاصل ہو وہی مجتہد ہے، اجتہاد میں تجزی بھی ہوتی ہے کہ صاحب اجتہاد کو بعض مسائل میں تو اطمینان ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا تو ایسا شخص جن چیزوں میں اس کو اطمینان حاصل ہو ان کی نسبت سے مجتہد اور جن میں نہ ہو ان کی نسبت سے مقلد ہوتا ہے۔

اور نفس کا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جدوجہد واجب نہیں بلکہ تقلید کرنا بھی عزیمت کے طور پر کافی ہو جاتا ہے اور تقلید بھی واجب ہے، البتہ کسی کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش آئے اور اس کو اطمینان حاصل نہ ہو سکے تو وہ کسی بھی معتد آدمی سے جو اس کو مل جائے پوچھ سکتا ہے اور ایسی صورت میں اس شخص کا جواب اس کا مذہب ہوگا اور یہ اس کیلئے کافی ہے۔

اور کسی معین (امام و مذہب) کی تقلید واجب نہیں بلکہ کسی معتد و معتبر کی اتباع کا عزم و ارادہ کافی ہے، البتہ اگر وثوق و اعتماد کا انحصار کسی ایک شخص کے اندر محسوس کیا جائے تو اس کی

اتباع کا تعین واجب ہے اور مردہ کے مقابلہ میں زندہ کی تقلید اولیٰ ہے لیکن اگر زندہ پر اعتماد میں شک و تردد ہو اور مردہ کے اقوال کی طرف مراجعت تفصیل کے ساتھ آسان و ممکن ہو تو مردہ کی تقلید درست ہے۔

سید احمد شہید علیہ الرحمہ

اس موقع سے سید احمد شہید علیہ الرحمہ کے مکاتیب میں آنے والی ایک صراحت کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ سید صاحب موصوف بھی مسلمہ بزرگان دین و اکابر میں سے ہیں اور ان کی طرف منسوب تحریر و رائے، ان کی جماعت و خواص رفقاء کی تحریر و رائے سمجھی جاتی ہے۔ ان رفقاء میں شاہ اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی بڈھانوی علیہما الرحمۃ جیسے حضرات بھی تھے۔ بہر حال سید صاحب نے سرحد کے علاقے کے علماء و عمائدین کو جو خطوط لکھے ان میں اپنی ذات و جماعت سے متعلق اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی آئے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی سید صاحب کا جواب ذیل بھی ہے جو سید صاحب نے علاقہ کے ممتاز علماء کے نام تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں:

این فقیر و خاندان این فقیر در بلاد ہند گناہ نیست، ألوف ألوف انام از خواص و عوام این فقیر و اسلاف این فقیر رami دانند کہ مذہب این فقیر اباعن جد مذہب حنفی است، وبالفضل ہم جمیع اقوال و افعال این ضعیف بر قوانین اصول حنفیہ و آئین قواعد ایثاں منطبق است، ہمگی ازاں خارج از اصول مذکورہ نیست، الا ماشاء اللہ آنچه از ہمہ افراد ایثاں بسبب غفلت و نسیان صادر می گردد کہ بخطائی خود معترف می باشد و بعد از اعلام براہ راست معاودت می نماید، آری در ہر مذہب طریق محققین دیگری باشد و طریق غیر ایثاں دیگر، ترجیح بعضی روایات پر بعضی دیگر و نظر بقوت دلیل و توجیہ بعضی عبارات منقول از سلف و تطبیق مسائل مختلفہ مدون در کتب، و امثال ذلک و انما از کار و بار اہل تدقیق و تحقیق است بایں سبب ایثاں خارج از مذہب نمی تواند شد بلکہ ایثاں را الب لباب اہل آن مذہب باید شمرد ہر کہ دریں مقدمہ شبہ داشتہ باید لازم نزاد این فقیر آمدہ بالمشافہہ حل اشکال نماید یا خود ہمہد یا فقیر را فقیر را فہمائید!

یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گناہ نہیں ہے، ہزاروں ہزار عوام و خواص اس فقیر کو اور فقیر کے اسلاف کو جانتے ہیں، اس فقیر کا مذہب باپ و دادا سے مذہب خفی ہے، اور عملاً اس فقیر کے تمام اقوال و افعال اصول حنفیہ کے قوانین اور ان کے قواعد انہیں پر منطبق ہیں۔ کوئی چیز اصول مذکورہ سے خارج و باہر نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ اور اگر ان میں سے کسی سے غفلت یا نسیان کی وجہ سے کوئی بات صادر ہوتی ہے تو وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور بتانے پر فوراً رجوع کرتا رہا۔

البتہ ہر مذہب میں محققین کا طریقہ الگ ہوتا ہے اور دوسروں کا الگ۔ بعض روایات کے مقابلے میں بعض کی ترجیح، قوت دلیل کا لحاظ سلف سے منقول بعض عبارات کی توجیہ اور کتابوں میں مدون مختلف مسائل کی تطبیق وغیرہ ہمیشہ سے اہل تحقیق کا کار و شعار رہا ہے اور اس کی وجہ سے ایسے لوگ مذہب سے باہر نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو تو مذہب کے ماننے والوں کا لب لباب شمار کرنا چاہئے۔ جس کو اس مقدمہ میں شبہ ہو ضروری ہے کہ اس فقیر کے پاس آئے زور در زواشکال کو حل کرے، یا خود سمجھے اور یا اس فقیر کو سمجھائے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

دارالعلوم دیوبند کا آغاز جن بزرگوں سے ہوا اور جو دارالعلوم کے اولین مؤسسين تھے، ہر اعتبار سے۔ مدرسہ اور نظام و نصاب تعلیم کے اعتبار سے بھی اور شریعات و نظریات و روحانیات کے اعتبار سے بھی ان میں حضرت نانوتوی کے شانہ بشانہ حضرت گنگوہی کا نام ہے اور فضلاء دیوبند میں جو حضرات سرخیل جماعت شمار کئے گئے انھوں نے برملا اس کا اعتراف کیا ہے کہ کلامیات میں ہمارے مقتدا حضرت نانوتوی اور فرعیات و دہیات میں حضرت گنگوہی ہیں یعنی باعتبار تشریح و توضیح کے اور تفصیل و تنقیح کے اس لئے اس موقع سے حضرت گنگوہی کا ایک بصیرت افروز ارشاد ذکر کیا جا رہا ہے، جو تقلید و عدم تقلید دونوں کی بابت غلو کے شکار افراد کے لئے چشم کشا ہے۔

”تقلید مطلق فرض ہے، فاسئلوا اهل الذکر ان یتعلموا لا تعلمون الا یہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے۔

اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک یہ کہ سب مسائل ضرور یہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے، دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لے وے، اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسموں تقلید کو مضمّن ہے لہذا دونوں قسم کی تقلید مامور من اللہ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے حکم و فرض کا عامل ہوگا۔

لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروضہ کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے مکلف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فرد مقتید پر چاہے عمل کرے۔

کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ تقلید کا وجود جدا ہوا اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ تقلید جہاں کہاں ہووے گی یا شخصی کی ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی، لہذا دونوں قسم میں مکلف مختار ہے، جس پر چاہے عمل کرے، اور عہدہ امر سے فارغ ہووے، پس مامور من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے، بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں۔

مگر اس وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور ابواب کل ذی رائے برائے کا اور تقلید غیر شخصی ان کی ہو اور ابواب کو عمدہ ذریعہ جواز و اجراء کا ہو جاتا ہے اور موجب لا ابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشفیج کا شان مسلمین و ائمہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرق و فساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے، چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہیں، درست نہیں رہا، اور فقط شخصی اقتضال امر فاسد سلوک کے واسطے معین و شخصی بحکم شرع ہو گئی ہے کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے۔

الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید واجب شخصی ہے اور غیر شخصی ان فن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے، البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مامور علی الخیر ہے مثل شخصی کے پس واضح ہو گیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے۔

ایک دوسرے فتویٰ میں بھی یہی مضمون آیا ہے اور اس میں یہ بھی فرماتے ہیں:

”تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالیٰ ہیں اور جس پر عمل کرے عہدہ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسرے پر عمل نہ کرے اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے پس فی الواقع اصل یہی ہے لہذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ تعالیٰ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدون حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے دونوں ایک درجہ کے ہیں اصل میں۔

مزید اسی انداز کی گفتگو جو پچھلے فتویٰ میں ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:

”جب کہ تقلید غیر شخصی کرنے میں فساد ظاہر ہے اس میں کسی کو بشرط انصاف انکار نہ ہوگا تو اگر واجب لغیرہ شخصی کو کہا جائے اور غیر شخصی کو منع کیا جائے تو یہ بالرائے نہیں بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع فساد واجب ہر خاص و عام پر ہے۔۔۔۔۔۔ یہ امر (تقلید شخصی وغیرہ دونوں کے جواز کا) اس وقت تک ہے کہ فساد نہ ہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ میں جو چشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب شخصی کا بالرائے نہیں بلکہ بالنصوص ہے فقط۔“

حضرت گنگوہی کے ان فتاویٰ میں تقلید غیر شخصی کی وجہ سے فساد اور بددینی کی نوبت کی جو بات آئی یہ مشاہدہ ہے کہ جس کو حضرت نے لکھا ہے اور بددینی کا اعتراف خود اس فکر کے متتام علماء نے کیا ہے اور کرتے ہیں جو تقلید غیر شخصی کے قائل ہیں اس بابت مولانا محمد حسین

بٹالوی کا ارشاد بہت معروف ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

دارالعلوم دیوبند کے اولین مراحل کے فضلاء و ارباب افتاء میں فقہ و فتاویٰ کی نسبت سے جس شخصیت کا سب سے زیادہ نام و سکہ چلا اور آج تک چل رہا ہے وہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ ہیں اس لئے چند جملے حضرت کے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

سورہ آل عمران کی آیت قل یا ایہا الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء الایۃ کے تحت فرماتے ہیں:

”اس آیت سے ایسی تقلید کا ابطال ہوتا ہے جیسی اہل کتاب کرتے تھے جس کا ابھی بیان ہوا اور جو تقلید جمہور اسلام میں اب شائع ہے وہ مشروع ہے اور اس آیت کے مضمون میں داخل نہیں جس کا محل مسائل ظنیہ حتمیۃ الطرفین ہیں، جب تک نص قطعی محکم، مجمع علیہ یا اجماع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو، ورنہ نص و اجماع کو مقدم رکھا جاتا ہے۔“

امداد الفتاویٰ میں ایک موقع پر فرماتے ہیں:

”تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔“

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں اور سوال یہ تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی پیروی کو اپنے اوپر لازم سمجھنا کیا یہ امر شرعاً درست ہے فرمایا:

”پیروی کی دو قسم ہیں ایک ایسی طاعت کہ اس کے کہنے سے شریعت کو بھی چھوڑ دے

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب ”حدیث اور اہل حدیث“ ص ۲۷ بٹالوی صاحب کا ارشاد متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے۔ مثلاً شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے اپنی کتاب ”الاعتدال فی مراتب الرجال“ میں۔

۲۔ امداد الفتاویٰ ۵۶۳/۴ و ۵۶۵ میں ایک مبسوط فتویٰ اسی انداز کے مضمون کا ہے جو حضرت گنگوہی سے نقل کیا گیا ہے مگر اسلوب تعبیر کا فرق ہے عبارت میں بھی کچھ وقت ہے اس لئے اس کو نقل کیا گیا ہے۔

حدیث اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے، اقوال ائمہ کو معاذ اللہ ٹھکرا دیا کریں اور مادر و پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کریں، اگر ان کا یہی خیال ہے کہ تو ہم صاف لفظوں میں اعلان کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا ہے۔ ۱۔

اس مضمون کے بعد مولانا ابراہیم صاحب نے میاں نذیر حسین صاحب کا ارشاد نقل

کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ

شیخ کے فتاویٰ میں اس بابت کافی تفصیلات ملتی ہیں مثلاً ایک موقع پر فرماتے ہیں:

والذی علیہ جماہیر الائمة ان الاجتہاد جائز فی الجملة والتقلید جائز فی الجملة لا یوجبون الاجتہاد علی کل احد یحرمون التقلید ، ولا یوجبون التقلید علی کل احد ویحرمون الاجتہاد وأن الاجتہاد جائز للقادر علی الاجتہاد والتقلید جائز للعاجز عن الاجتہاد فأما القادر هل یجوز له ؟ الصحيح أنه یجوز حیث عجز عن الاجتہاد ، إما لتکاف الأدلة او لضیق الوقت عن الاجتہاد وإما لعدم ظهور دلیل له فانه حیث ، عجز سقط عنه وجوب ما عجز عنه وانتقل الی بدله وهو التقلید و كذلك العامی - ۲۔

جمہور اُمت جس چیز پر ہے وہ یہ ہے کہ اجتہاد و تقلید دونوں فی الجملہ جائز ہیں نہ تو اجتہاد کو ہر ایک پر واجب قرار دیتے ہوئے تقلید کو (مطلقاً) حرام کہتے ہیں، اور نہ ہی ہر ایک پر تقلید کو واجب کرتے ہوئے اجتہاد کو (مطلقاً) حرام قرار دیتے ہیں، اور یہ کہ اجتہاد اس کے لئے جائز ہے جو اجتہاد پر قادر ہے اور تقلید اس کے لئے ہے جو اجتہاد سے عاجز ہو۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا اجتہاد پر قادر شخص بھی تقلید کر سکتا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جس مسئلے میں وہ عاجز ہو اس میں اس کے لئے تقلید جائز ہے، خواہ یہ عاجز ہونا دلائل کے یکساں ہونے کی بناء پر

ہو، یا اس وجہ سے کہ موقع محل مزید تحقیق و تاخیر کی گنجائش رکھتا یا یہ کہ مجتہد کو مسئلہ درپیش میں کسی دلیل کا علم نہیں ہوگا، تو جب وہ خود اجتہاد سے عاجز ہوگا تو اس سے اس چیز کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا جس سے وہ عاجز ہے اور اس کی جگہ اس کے بدل کا حکم ہوگا یعنی تقلید ہوگا، جیسے کہ عامی کے لئے حکم ہے۔ (یعنی تقلید کا کہ وہ عاجز محض ہوتا ہے)

نیز فرماتے ہیں:

تقلید العالم حیث یجوز فہو بمنزلة اتباع الأدلة المتغلبة علی الظن کخبر الواحد والقیاس الا أن المقلد یغلب علی ظنہ اصابۃ العالم المجتہد کما یغلب علی ظنہ صدق الخیر - ۱۔

عالم کی تقلید جہاں جائز ہے تو اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے کہ ظن غالب کا فائدہ دینے والے دلائل کی اتباع کی جائے، مثلاً خبر واحد قیاس پر عمل کرنا کیونکہ مقلد کو جیسے خبر واحد کے صدق کا ظن غالب ہوتا ہے، ویسے ہی اس کا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ ایک مجتہد عالم صحیح رائے رکھتا ہے۔ (یعنی جس کی وہ تقلید کرتا ہے)

ایک موقع پر فرماتے ہیں:

من کان عاجزاً عن معرفة حکم اللہ و رسولہ وقد اتبع فیہا من ہو من اہل العلم والدين ولم یتبین له أن قول غیرہ أرجح من قولہ فہو محمول دیشاب لا یذم علی ذلک ولا یعاقب ۲۔

جو آدمی خود سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو جاننے سے عاجز ہو اور اس بابت وہ ایسے لوگوں کی اتباع کرے جو اہل علم و اہل دین ہوں اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ دوسرے کسی عالم کا قول اس عالم متبوع کے قول سے رائج ہے تو یہ اتباع کرنے والا قائل تعریف ہے اس کو ثواب ملے گا، اس کی وجہ سے نہ اس کی مذمت کی جائے گی اور نہ اس کی سزا ہوگی۔

ایک فتویٰ میں شیخ فرماتے ہیں:

التقليد الذي حرمه الله ورسوله هو أن يتبع غير الرسول فيما خالف فيه الرسول وان التقليد المحرم بالنص والإجماع أن يعارض قول الله ورسوله بما يخالف ذلك كائنا من كان له.

وہ تقلید جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی رسول کے ماسوا کسی کی اتباع ایسی چیز میں کرے جس میں وہ رسول کی مخالفت کر رہا ہو اور نص اجماع کی رو سے حرام تقلید یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے ساتھ معارضہ و کراؤ ہو ایسی بات کے ساتھ جو قول خدا اور رسول کے خلاف ہو، خواہ مخالفت کرنے والا کوئی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا ایک اور ارشاد بھی نقل کرنے کا جی چاہتا ہے جو مختصر الفتاویٰ میں آیا ہے، اس میں صرف ترجمہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے۔

شیخ فرماتے ہیں ”بعض اہل کلام کہتے ہیں کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ہر ور پیش مسئلہ میں اجتہاد کرے اور ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرے، لیکن یہ قول ضعیف بلکہ غلط ہے تمام ائمہ اس کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر عوام تو یہ بھی نہیں جانتے کہ پیش آنے والے مسئلہ میں استدلال کیسے کریں بلکہ فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر حضرات اس سے عاجز ہیں، اور یہ مشہور و معروف مجتہدین جو ہوئے ان کا معاملہ یہ ہے کہ احکام کے جاننے کے لئے ان کا اجتہاد اور اُمت کے لئے اس راہ سے دین کا بیان و اظہار، یہ ان کے حق میں فضل خداوندی ہے جس سے اللہ نے ان کو دوسروں کے مقابلے میں نوازا ہے۔

جو یہ سمجھتا ہے کہ ان حضرات مجتہدین نے احکام شرعیہ کے حق میں جو کہا ہے اس کے بغیر وہ کتاب و سنت کے احکام کو سمجھ سکتا ہے وہ غلط کار و خطا کار ہے اس لئے کہ (صحت اجتہاد کے لئے) جیسے یہ جاننا ضروری ہے کہ کہاں اختلاف اور کہاں اتفاق ہے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مخالف کا استدلال کسی چیز سے ہے اور کونسا مسئلہ اس نے کتاب و سنت کے کن دلائل سے اخذ کیا ہے اور یہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ اہل اجتہاد کے اقوال کو جاننا چاہئے جن کے سرخیل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

لہذا جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ کتاب و سنت سے حکم شرعی کو نکال سکتا ہے اور اس میں اس کو صحابہ کی اقتداء کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ان سے مستغنی ہو کر یہ کام کرتا ہے وہ مبتدع و گمراہ ہے اور جو آدمی مسلمانوں کے اجمالی امر کی مخالفت کرے وہ گمراہ تو ہے ہی البتہ اس کے کفر و تکفیر میں اختلاف و تفصیل ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے اخلاف

سعودی عرب کی موجودہ دینی فکر و جدوجہد کے روح رواں اور بانی مبانی شیخ محمد بن عبد الوہاب علیہ الرحمۃ اور ان کے اخلاف کے لئے یہ بات معروف ہے کہ یہ سارے حضرات حنبلی المذہب تھے اور یہی وجہ ہے کہ سعودی حکومت کا مذہب بھی امام احمد بن حنبل کا مذہب اور ان کے اقوال و مسائل ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے اخلاف کی اس انداز کی کوئی تحریر و تصریح تو نہیں مل سکی جس انداز کی تصریح شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام دہلوی سے نقل کی گئی لیکن بعض اخلاق کی ایسی تصریحات ضرور ہمارے سامنے ہیں جن کا حاصل و مفاد ہی ہے جو ان حضرات کی تحریرات و تصریحات کا ہے۔ مثلاً شیخ کے صاحبزادے، شیخ عبد اللہ بن محمد علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ ترتیب دیا تھا، جس میں شیخ اور ان کے اخلاف نیز ان کی تحریک و جدوجہد کے خلاف برپا کئے جانے والے پروپگنڈوں کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کے خلاف جو عام باتیں پھیلائی جا رہی تھی اس میں عدم تقلید وغیرہ کی بات بھی تھی، چنانچہ شیخ عبد اللہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ونحن ايضاً في الفروع على مذهب الامام احمد بن حنبل ولا ننكر على من قلد احد الأئمة الأربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير كالرافضة والزيدية والأمامية ونحوهم لانتركهم ظاهراً على شيء من مذاهبهم الفاسدة بل نجبرهم على تقليد احد الأئمة الأربعة ولا نستحق مرتبة الاجتهاد المطلق ولا احدا منا يدعيها الا أنا في بعض المسائل اذا صح

لنا نص جاء من كتاب او سنة غير منسوخ ولا مختص ولا معارض بأقوى منه وقال به احد الائمة الاربعة لأخذه وتركتنا المذهب كإرث الجدوا لا أخوة فاننا نقدم الجد بالارث وان خالفه مذهب الحنابلة . ولا مانع من الاجتهاد في بعض المسائل دون بعض ولا مناقضة لعدم الاجتهاد المطلق وقد سبق جمع من الامة المذاهب الاربعة الاختيارات لهم في بعض المسائل للمذهب الملتزمين تقليد صاحبه .

ہم لوگ بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید پر ہم انکار نہیں کرتے البتہ ان کے ماسوا پر ہم کو انکار ہے کیونکہ ان کے مذاہب ان حضرات کے مذاہب کی طرح محفوظ و ضبط نہیں ہیں جیسے روافض اور زیدیہ و امامیہ وغیرہ ہم ان کو ان کے مذہب کی کسی چیز پر برقرار نہیں رکھتے بلکہ ان کو مجبور کرتے ہیں کہ چاروں ائمہ میں سے کسی کی تقلید کریں۔

اور ہم اجتہاد مطلق کے مستحق نہیں ہیں، اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا مدعی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کسی مسئلے میں جب ہمارے سامنے کوئی واضح نص آتی ہے، خواہ کتاب اللہ کی ہو یا سنت کی جو منسوخ یا مخصوص نہ ہو اور نہ ہی اس سے قوی ترین نص سے معارض ہو اور چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب اس کے موافق ہو تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور مذہب حنبلی کی راہ کو چھوڑ دیتے ہیں جیسے دادا اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں ہم مذہب حنابلہ کے خلاف دادا کو وراثت دلاتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی مانع نہیں کہ وہی بعض مسائل میں اجتہاد کیا جائے اور بعض میں نہیں اور یہ اجتہاد مطلق کی نفی کے خلاف بھی نہیں ہے جبکہ مذاہب اربعہ کی ائمہ کی ایک جماعت ماضی میں ایسی ہو چکی جن کے اختیارات و ترجیحات بعض مسائل میں ان کے التزام کردہ مذہب کے خلاف ہیں۔

اور شیخ کے پوتے عبدالرحمن بن حسن بن محمد عبدالوہاب کے پوتے، شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمن، اپنی اس قسم کی ایک دفاعی و وضاحتی تحریر میں فرماتے ہیں:

اما مذهبنا فمذهب الامام احمد بن حنبل امام اهل السنة في الفروع والاحكام ولا ندعى الاجتهاد ، واذا بانئت لنا سنة صحيحة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عملنا بها ولا نقدم عليها قول احد كائنا من كان بل نلتقها بالقبول والتسليم لأن سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في صدرنا اجل واعظم من ان نقدم عليها قول احد .

ہمارا مذہب فروع و احکام میں امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور ہم اجتہاد کا دعویٰ نہیں کرتے البتہ جب ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت صحیحہ آتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے خواہ کوئی ہو، بلکہ ہم اسی کو قبول کرتے اور تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ ہمارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور برتر و بڑھ کر ہے کہ ہم اس کے مقابلے میں کسی کے قول کو ترجیح دیں۔

سعودیہ کے مرکزی دارالافتاء کے فتاویٰ

حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی علیہ الرحمۃ نے انتقال سے کچھ عرصہ قبل بلاد عرب کے بعض ممتاز علماء کو ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا، جس کے جواب میں سعودیہ کے سابق مفتی عام اور مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز علیہ الرحمۃ نے چند سطروں کے ساتھ مرکزی دارالافتاء کے متعدد مختصر و مبسوط فتاویٰ مولانا کی خدمت میں بھیجے تھے، یہ فتاویٰ ان کے رسائل کے ”مجلۃ البحوث“ وغیرہ میں نیز مستقلاً کتابوں میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ ان سب میں شیخ ابن باز کی مہر کے ساتھ دوسرے علماء کے دستخط ہیں۔ ان فتاویٰ میں اگرچہ مذاہب اربعہ میں انحصار اور ان کی تقلید و پابندی کے لزوم کی بات تو نہیں ہے لیکن ائمہ اربعہ کی جلالت قدر، مذاہب اربعہ کی حقانیت و حق سے نسبت اور اس کا تذکرہ ضرور اور بار بار آیا ہے کہ اجتہاد ہر ایک کا حق نہیں ہے، اس کے لئے مخصوص شرائط و اہمیت درکار ہے، جو اس سے خالی ہو اس کے لئے تقلید کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے، ہم بعض فتاویٰ کے اہم اقتباسات

کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ایک فتویٰ میں آیا ہے:

يجب على المسلم ان يعرف الاحكام الشرعية من ادلتها المعتبرة شرعا من الكتاب والسنة والاجماع وما استدل اليها كالقياس ونحوه اذا كان اهلا للبحث والاجتهاد والاسأل من يثق به من اهل العلم وقلده دون تعصب لاحد من المجتهدين۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ احکام شرعیہ کو شرعاً معتبر جو دلائل ہیں ان کے ساتھ اور ان کے واسطے سے جانے، یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور ان تینوں سے متعلق قیاس وغیرہ جب کہ وہ خود بحث و اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو ورنہ اہل علم میں جس پر اس کو اعتماد ہو اس سے پوچھے اور اس کی تقلید کرے، لیکن مجتہدین میں سے کسی کے لئے تعصب اختیار نہ کرے۔

اس قسم کا مضمون دوسرے فتاویٰ میں بھی آیا ہے اور بار بار آیا ہے۔

اور ان فتاویٰ میں اگرچہ یہ بات بار بار آئی ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی تقلید و پابندی لازم نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے ائمہ و مجتہدین کی بھی تقلید کی جاسکتی ہے لیکن اسی کے ساتھ اس تقلید و اتباع کے جواز کا تذکرہ بھی آیا ہے، مثلاً ایک فتویٰ میں:

ائمة اربعہ المذاهب الاربعہ وهم ابو حنیفہ ومالک والشافعی واحمد بن حنبل من فضلاء اهل العلم ومن اتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن اهل الاجتهاد ولاستنباط للاحكام الشرعية من ادلتها التفصيلية وما قاله المؤلف المذكور من انهم يصرفون الناس عن الحقيقة ويتبعون اھوائهم کذب وبھتان علیہم وليس مقلدھم یکافرفان الانسان اذا لم یکن من اهل المعرفة

۱۔ فتویٰ نمبر ۳۵۳۲ بحرہ موری ۱۳۰۲/۲/۶ھ اس میں بن باز کے ساتھ حرید چار علماء کے دخل ہے۔

۲۔ فتویٰ ۱۳۵۳۸ بحرہ ۱۳۰۹/۱۲/۲۹ھ فتویٰ ۱۵۹۱ بحرہ ۱۳۹۷/۲/۲۷ھ فتویٰ ۵۹۵ بحرہ ۱۳۰۲/۱۰/۱۷ھ

۳۔ فتویٰ نمبر ۱۲۵۳۸ بحرہ ۱۳۰۹/۱۲/۲۹ھ

بالاحکام واتباع احد المذاهب الاربعہ فانہ لا حرج علیہ فی ذلک بلاشبہ۔

بلاشبہ مذاہب اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی و امام احمد بن حنبل فضلاء اہل علم میں سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے جو احکام شرعیہ کے تفصیلی دلائل سے ان کے نکالنے اور اجتہاد و استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مؤلف مذکور نے جو یہ کہا ہے کہ یہ لوگ عوام کو حقیقت سے پھرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں یہ ان کے حق میں جھوٹ و بہتان ہے، ان کا مقلد کافر نہیں اس لئے کہ انسان اگر خود احکام کے جاننے کی اہلیت نہیں رکھتا اور ان چاروں مذاہب میں سے کسی کی اتباع کرتا ہے تو اس میں اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک فتویٰ کافی مبسوط فل اسکیپ سائز کے تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں چھ سوالات آئے ہیں اور ان کا کسی قدر مبسوط و محقق جواب آیا ہے۔

پہلا سوال ان کی ذاتیات سے متعلق اور اس بابت ہے کہ آیا یہ علماء اور ائمہ ہیں یا نہیں اور دوسرا یہ کہ انھوں نے تعلیم اسلام کی کیا خدمات کی ہیں تیسرا یہ کہ کیا وہ اپنے علم و معرفت کے بناء پر قدر و احترام کے مستحق ہیں۔

ان تینوں سوالات کے جوابات ان حضرات کے شایان شان دیئے گئے ہیں ان کے بعد تین سوال حسب ذیل ہیں چوتھا یہ کہ ان میں سے کسی کی اتباع نہ کرنا کیا صراط مستقیم سے انحراف ہے، اس سوال کے جواب میں جیسا کہ پیچھے فتاویٰ آئے ہیں اس کے مطابق بات کہی گئی کہ اس میں وسعت ہے اور تنگی کرنا اور پابند بننا غلط ہے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کو کیا حیثیت دی جائے تو جواب میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ان حضرات کے اختلافات کے بہت سے اسباب ہیں لہذا کوئی اہم بات نہیں ہے۔

چھٹا سوال یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے مذاہب و آراء کو سب و شتم کرنے والے کو کیا کہا جائے گا اس کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ فتویٰ نمبر ۵۹۵ بحرہ ۱۳۰۲/۱۰/۱۷ھ

سادسا بعد ان ثبت مالہولاء العلماء من فضل و علو منزلة ، و قلم صدق فی الاسلام ، و خدمة جلیلة فلن یخیرہم کید حسود ولا مسب سفیہ ، ولا طعن من طغت علیہ العصبیۃ و استولی علیہ الہوی فان کبیر القوم مستهدف و الانبیاء والمرسلون مع صدقہم و علو قدرہم و اعتدالہم و رحمتہم بالناس لم یسلموا من اذی قومہم فالسبل کما قال الاول ، حرب للمکانی العالی ، فمن سب ہولاء الاخیار فقد اساء الی نفسہ و علیہا جنی و سوف یتلقى جائزہ عاجلا و اجلا فاللہ للمعتدین بالمرصاد ۔

جب ان حضرات کا فضل و کمال اور علوم مرتبہ نیز اسلام میں ان کا بلند مقام نیز امت کے لئے جلیل القدر خدمت ثابت ہے، تو کسی حاسد کی سازش اور کسی ناسمجھ کے سب و شتم سے ان کا کچھ نہ ہوگا، اور نہ ان لوگوں کے طعن و تشنیع سے ان کو نقصان پہنچے گا جن پر عصبیت حاوی ہو یا خواہش نفس غالب ہو، کیونکہ قوم کا جو بڑا ہوتا ہے وہی نشانہ بنا کرتا ہے، انبیاء و رسل اپنے اخلاص، علو مقام، نیز اعتدال و میانہ روی اور انسانوں کے ساتھ اپنی رحمت و شفقت کے باوجود اپنی اقوام کی طرف سے ایذا رسانی سے محفوظ نہیں رہے، اور کوئی تعجب کی بات نہیں سیلاب بلند جگہ کا ہی رخ کیا کرتا ہے لہذا جو شخص ان نیک لوگوں کو برا بھلا کہتا ہے وہ اپنے ساتھ بُرائی کرتا ہے اور اپنے حق میں بڑا جرم کرتا ہے، اور اس کو جلد ہی اس کی جزا و سزا کا سامنا کرنا ہوگا، خواہ دنیا میں ہو یا خواہ آخرت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ خالموں کی گھات میں ہے اور ان پر نظر رکھتا ہے۔

رابطہ العالم الاسلامی کی فقہ اکیڈمی کی بعض تجاویز

رابطہ العالم الاسلامی جو سارے عالم کے مسلمانوں کی ایک تنظیم ہے، اس کی زیر نگرانی ایک فقہ اکیڈمی بھی کام کرتی ہے، جس کے اراکین میں عالم عرب کے ممتاز فقہاء ہیں، جس میں ابن باز وغیرہ بھی شامل تھے اس کی دو تجاویز کے کچھ حصے اس موقع پر نقل کئے جاتے ہیں جو مقصد فی الجملہ مناسب رکھتے ہیں اور حضرت مولانا ندوی کے جواب میں فتاویٰ کے ساتھ ان دونوں تجاویز کا عکس بھی شیخ ابن باز نے ان کو بھیجا تھا، احقر کے پاس ان فتاویٰ اور تجاویز کا عکس موجود ہے۔

آٹھویں سیمینار میں اجتہاد سے متعلق ایک مبسوط تجویز آئی ہے جس میں شیخ ابن باز اور ابن السبیل امام حرم کے علاوہ بقیہ شرکاء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آج کل اجتماعی اجتہاد کو اختیار کیا جائے یہی مناسب ہے، بقیہ شرکاء میں سعودیہ کے ممتاز فقہاء و علماء میں شیخ صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان اور شیخ صالح بن عثمین بھی ہیں۔

اسی تجویز کی ایک دفعہ یہ بھی ہے:

”مجتہدین کے اندر اجتہاد کے مطلوبہ شرائط لگایا جانا ضروری ہے، کیونکہ وسائل کے بغیر اجتہاد نہیں ہو سکتا، تاکہ افکار میں کج روی اور حکم خداوندی سے دوری نہ پیش آئے ان شرائط کے ذریعہ قرآن کریم اور سنت رسول میں مذکورہ مقاصد شرع کا سمجھنا ممکن ہے“ پہلا اور دوسری سیمینار میں اختلاف مذاہب و مسالک سے متعلق ایک مبسوط تجویز آئی جس میں بنیادی طور پر عصبیت وغیرہ سے احتراز پر زور دیا گیا ہے، اس میں شیخ ابن باز و ابن السبیل وغیرہ سب کا اتفاق ہے، اس تجویز کا حصہ ذیل قابل ذکر ہے اگرچہ کچھ طویل ہے لیکن ابتداء تو یہ آیا ہے کہ اسلامی ممالک میں پائے جانے والے فکری مسالک کے اختلافات کی دو نوعیت ہیں، اعتقادی اختلاف، اس کی شدید مخالفت کی گئی ہے اور فقہی مذاہب کا اختلاف اس کی بابت ہی تجویز کا اکثر حصہ ہے اس میں آیا ہے۔

دوسری نوعیت جو بعض مسائل میں فقہی اختلاف کی ہے، اس کے پس پشت کچھ عمومی اسباب ہیں، جن میں اللہ کی عظیم حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت کا رفرما ہے، ساتھ ہی اس کی وجہ سے نصوص سے استنباط احکام کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوئی ہے یہ اختلاف ایک نعمت اور عظیم قربانی فقہی سرمایہ ہے جس نے امت مسلمہ کو اپنے دین و شریعت کی بابت انتہائی کشادگی و آسانی عطا کی ہے امت مسلمہ اس کی وجہ سے کسی ایک شرعی تطبیق میں اس طرح محدود ہو کر نہیں رہ جاتی کہ اس سے تجاوز کا امکان نہ ہو بلکہ اگر کبھی ایک مسلک کے لحاظ سے کوئی تنگی و دشواری آ جاتی ہے تو دوسرے ملک میں اس کیلئے کشائش و آسانی میسر ہوتی ہے، عبادت سے لے کر معاملات، خانگی امور اور قضاء و جنایات تک تمام میدانوں میں شرعی

دلائل کی روشنی میں یہ کشاکش میسر رہتی ہے۔

دوسری نوعیت کا یہ اختلاف مذاہب اور فقہی اختلاف ہمارے دین میں کوئی نقص یا تناقض نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ایسا اختلاف نہ پایا جائے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے پاس فقہ و اجتہاد کے ساتھ قانون سازی کا مکمل نظام ہو اور اس میں یہ فقہی اور اجتہادی اختلاف نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے اختلاف کا نہ ہونا ناممکن ہے کیونکہ اصل نصوص بیشتر امور میں ایک زائد مفہوم و معنی کا احتمال رکھتے ہیں، نیز یہ نصوص تمام امکانی واقعات کا احاطہ کر بھی نہیں سکتے ہیں بقول بعض علماء نصوص محدود ہیں اور واقعات لامحدود۔ لہذا قیاس کی طرف رجوع کرنا اور علل احکام، شارع کی غرض، شریعت کے عام مقاصد پر نظر رکھنا اور شریعت کو واقعات اور نئے نئے حادثات میں حکم بنانا ضروری ہے، اور اس تطبیق و اجتہاد میں علماء کے فہم و فقہ اور احتمالات کے درمیان ترجیحات کی تعیین میں اختلاف ایک فطری امر ہے جس کی وجہ سے ایک ہی موضوع پر مختلف علماء کے مختلف اقوال ہو جاتے ہیں جبکہ حق کی تلاش و دریافت ہی ہر ایک کا مقصود ہوتا ہے، اور اس میں جس کا اجتہاد صحیح ہو وہ دوسرے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

لہذا اس مذہبی (فقہی) اختلاف کے وجود میں کہاں سے کون نقص ہوگا، جس میں پائے جانے والے خیر و رحمت کے پہلو کو ہم واضح کر چکے ہیں یہ تو سراپا خیر و رحمت اور فی الواقع بندوں پر اللہ کی رحمت و شفقت اور نعمت ہے اور ساتھ ہی فقہ و قانون سازی کی دنیا میں ایسا عظیم سرمایہ اور امتیاز ہے جس پر امت مسلمہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

ان حضرات کا مفہوم نقل کرنے میں اصل عربی متن کے ساتھ مذکورہ فقہی اکیڈمی کے فیصلوں کا ترجمہ شائع کروں، اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دعائے جمال

نور قرآن سے خدا ہم کو منور کر دے
علم نافع دے ترے ذکر کا خوگر کر دے

تیرے دیں کے ہی رہیں تادم آخر خادم
سارے عالم کا الہی ہمیں رہبر کر دے

ہم سے پائے نہ اذیت کبھی کوئی ہرگز
حسنِ اخلاق کا آقا ہمیں پیکر کر دے

جو ہمیں دیکھ لے، لائے ترے دیں پر ایماں
ایسے اوصاف کا مولیٰ ہمیں مظہر کر دے

دونوں عالم میں سہارا ہے ہمارا تو ہی
کامیابی کو دو عالم میں مقدر کر دے



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ نَظَلَ وَالِدًا مِنْ نَحْلِ أَفْضَلِ مِنْ آدَبِ حُسْنٍ

ترجمہ:- کسی باپ نے اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑا تحفہ نہیں دیا۔

اخلاق یہ ہے کہ نہ خود تکلیف اٹھاؤ نہ دوسروں کو تکلیف دو

ادب یہ ہے کہ ہر کام کو بحسن و خوبی ادا کرو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچے اور کمال انسان کی نشانی یہ بتائی کہ

**جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں
جو مجھ کو محروم کرے میں اس کو عطا کروں
جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کروں**

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com